اداریہ

ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے

اس تاریخی حقیقت سے شاید ہی کسی کو انکار ہو کہ ہماری اجتماعی زندگی ایک مدت سے بدنظمی، قلق و اضطراب اور اخلاقی ذمہ داری کے گہرے احساس سے محرومی کا شکار ہے۔ جس کی وجہ سے سوسائٹی کا ایک بڑا گروہ ایک باوقار زندگی بسر کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ زندگی ان کے لیے ایک بوجھ بن کر رہ گئی ہے۔

ع　'فصلِ گل میں بھی بوچھاڑ ہے انگاروں کی'

چنانچہ ہم ہر روز اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں محکمے میں اتنے کروڑ کا حساب نہیں ملتا۔ فلاں یونیورسٹی میں لاکھوں روپے میں خریدا جانے والا ''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' کا نیا ایڈیشن غائب ہو گیا ہے۔ چنانچہ آج ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی بددیانتی، اخلاقی غیر ذمہ داری، مہنگائی، ذخیرہ اندوزی غرضیکہ ہمارے اخلاقی فساد کی کہانی ہماری آزاد صحافت کی بدولت عوام تک جا پہنچی ہے۔ لیکن سوسائٹی کا بااثر گروہ اپنی ڈگر سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں۔ سچی بات وہی ہے جس کی خبر افلاطون نے دی ہے: ''ہماری زندگی کی ظاہری ژولیدگی اور بدنظمی دراصل ہمارے دل و دماغ کی ژولیدگی کا عکس ہے۔''(1)

چنانچہ ہم نے نصف صدی میں نہ تو دوسری قوموں کے عروج و زوال سے کوئی سبق لیا اور نہ ہی آئینۂ ایام میں اپنے آپ کو دیکھا کہ سیاست کے ہاتھوں ہماری برابر رسوائی ہوتی رہی، لیکن ہم ہیں کہ اپنی روش کو بدلنے کے لیے تیار نہیں۔ چنانچہ ہمارے سیاسی اور اجتماعی نظام میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں آئی۔ جاگیردارانہ کلچر اور سرمایہ دارانہ مزاج کے طور طریقے ہماری زندگی

---

(1) "The outward chaos and confusion of our life reflect the confusion of our hearts and minds."

کی علامت ہیں۔ صحت مند جمہوری، اخلاقی اور معاشی روایات ہماری منزل نہ بن سکے۔ اگر کسی نے ان باتوں کا نعرہ لگایا، اور جاگیرداری کو ختم کرنے کے لیے سرکاری سطح پر کوئی قدم اُٹھایا، جیسا کہ صدر ایوب اور بھٹو دَور میں ہوا، تو ۱۹۹۰ء میں اسے عدالتی سطح پر بے اثر بنا دیا گیا۔[۲] یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ المیہ ہمارے ہی ساتھ کیوں ہوا؟ حالاں کہ اقبال و جناح دونوں مفکر اور مدبر تھے، اور جاگیرداری کلچر کے سخت خلاف۔ اقبال نے تو کھل کر مسلمانوں سے کہا تھا کہ ''اگر ہم اپنے مسائل پر قابو نہ پا سکے تو زمانہ بہت جلد ہم سے اپنی جان چھڑا لے گا۔''[۳] چنانچہ مسلمان بہ قول اقبال ایشیا کی سیاسی ترقی کے لیے کچھ نہ کر سکے۔[۴] وقت آ گیا ہے کہ ملک میں اخلاقی، جمہوری اقدار اور معاشی انصاف کی حکمرانی کے لیے بڑی گہری نظر سے پورے اجتماعی نظام کا جائزہ لیں اور ایک اولوالعزم قوم کی طرح آگے بڑھیں۔ یہی ایک راہ ہے جس پر چل کر ہم اقبال و جناح اور کروڑوں عوام کے خواب کو حقیقت میں بدل سکتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ

(۱) ملک کے تمام شہریوں کو حصولِ تعلیم کی پوری سہولتیں میسر ہوں۔ ہم نے بار بار لکھا ہے کہ ہم آج تک پرائمری اور ثانوی تعلیم کا مفت انتظام نہ کر سکے۔ حالانکہ پیپل پارٹی کی پہلی حکومت میں نہ صرف اس کا اعلان کیا گیا تھا بلکہ ایک بھاری رقم بھی مخصوص کی گئی تھی، لیکن قومی سطح پر یہ مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ یہ بات عام طور پر مان لی گئی ہے کہ ۱۹۶۲ء میں تعلیم سے متعلق ''شریف رپورٹ'' ایک ٹھوس دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جنوبی کوریا اسے اپنا کر ہم سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ لیکن ہم ہیں کہ قوموں کی برادری میں ۱۴۲ ویں نمبر پر کھڑے

---

(۲) یہاں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ان زرعی اصلاحات کے مسئلہ کو فیڈرل شریعت کورٹ میں اٹھایا گیا تھا۔ لیکن عدالت نے جس کے صدر مرحوم جسٹس آفتاب حسین تھے۔ ان زرعی اصلاحات کو جائز اور شرعی قرار دیا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی، جس پر سپریم کورٹ نے اس فیصلے کے خلاف فیصلہ دیا۔ (دیکھیے: (P.L.D., 1990, p.99)

(3) "If we cannot get over our difficulties, the world will soon get rid of us."
''اقبال کی تقریریں، تحریریں اور بیانات''، مرتبہ: لطیف احمد شروانی، ص ۱۸۷ (انگریزی متن)۔

(۴) ایضاً، ص ۲۰۱۔

ہیں۔ کئی سال پہلے ہمارے بارے میں کہا گیا تھا کہ بھوٹان اور افغانستان کو چھوڑ کر ہم تعلیم کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں۔

موجودہ وقت میں سرکاری سطح پر ہمارے نصابِ تعلیم کا جائزہ لینے کے لیے کئی بورڈ بنے، تاکہ پتہ چلے کہ ہمارا نصاب کہاں تک طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرتا ہے یا تاریخ، ثقافت کا صحیح شعور عطا کرتا ہے، کیوں کہ جب تک ہمارا طالب علم اپنی صحت مند قومی اور ملی روایات کا گہرا شعور نہیں رکھتا، وہ سوسائٹی میں صحت مند کردار بھی ادا نہیں کر سکتا۔ لیکن آخری بورڈ کی رپورٹ پر سنجیدگی سے بحث کرنے کی بجائے غیر سنجیدہ روش اختیار کی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کسی اسمبلی کا ممبر بننے کے لیے اگر ایک اُمیدوار پبلک میں کوئی سیاسی تماشہ کرے تو شاید اس کا کوئی جواز نکل آئے، لیکن علمی اور فلسفیانہ مسائل پر بحث کرتے وقت غور و فکر کی راہ اختیار کیے بغیر چارہ نہیں۔

(۲) تعلیم کے ساتھ ساتھ قومی ترقی اور معاشرے کو صحیح معنی میں فلاحی معاشرہ بنانے کے لیے ضروری ہے ہم جاگیردارانہ کلچر سے جس قدر جلد چھٹکارا حاصل کر لیں، اسی قدر ہمارے لیے بہتر ہوگا۔ ہمیں نوشتۂ دیوار پڑھ لینا چاہیے کہ وقت کسی فرد یا قوم کی خاطر اپنی رفتار نہیں بدلتا۔ ہم ایک فلاحی معاشرہ کے قیام کے لیے برطانیہ، ناروے اور دوسرے سکنڈ نیویا جیسے معاشروں سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ چین، بھارت، ویت نام کے تجربوں سے بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ دور کیوں جایئے، اقبال ہی کو دیکھیں کہ اُنہوں نے 'علم الاقتصاد' میں اپنے وقت کے فلسفیانہ معاشی افکار کا نہ صرف مطالعہ کیا ہے بلکہ ان سے متاثر بھی ہوئے ہیں۔ ہمارے بعض دوستوں کی رائے ہے کہ ہم سائنسی سوچ کو اپنائے بغیر ان کامیاب تجربوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہی سائنسی سوچ ہے جو زمینی حقائق کا اعتراف کر کے اپنے مسائل کا حل ڈھونڈتی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے پڑوس میں بھارت اور چین ماضی کے اختلافات کو بھلا کر اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لیے ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں۔

ہمیں بھی اسی سائنسی سوچ اور زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے اپنے مسائل کو ان

کے صحیح تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ جو ہماری فکری اور سیاسی تاریخ میں روشنی کا مینار ہیں، ایک فلاحی معاشرے کے قیام کے لیے برابر تجربے کرتے رہے اور عوام الناس کی معاشی فلاح و بہبود کے لیے سرگرمِ عمل۔ لیکن جب اُنہوں نے دیکھا کہ ان کی عملی سیاست ان کی تمناؤں کے مطابق عوام کے معیارِ زندگی کو اس مقام تک نہیں لا سکی، جس کا اُنہوں نے خواب دیکھا تھا تو فرمایا:

لو استقبلتُ ما استدبرتُ من امری، لَأخذتُ فضول أموال الأغنياء ووزّعتها على الفقراء۔"

"آج مجھے جن باتوں کا پتہ چلا ہے، اگر پہلے پتہ چل جاتا تو میں مال دار لوگوں کی فاضل دولت چھین کر غریبوں میں تقسیم کر دیتا۔"(۵)

حالیہ وقت میں ہمارے وزیرِ اعظم جو ماہرِ معاشیات ہیں، ہمارے معاشرے کو جمہوری اور فلاحی معاشرے میں بدلنے کے لیے ایک مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا بھی احساس ہونا چاہیے کہ مسلم اور عرب دُنیا خلیج فارس سے لے کر اطلانتک تک پھیلی ہوئی ہے اور تاریخ کی اہم شاہراہیں اس کے حصہ میں آئی ہیں۔ مرحوم جمال عبدالناصر کو اس حقیقت کا گہرا شعور تھا، ایسے ہی مہاتیر محمد کو بھی۔ کیا پاکستان عرب اور مسلم دُنیا سے مل کر اس سلسلہ میں کوئی ایک کردار ادا کر سکتا ہے۔

آخر میں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ اگر ہم پاکستان میں واقعی ایک خوشحال فلاحی معاشرہ دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی بڑھتی ہوئی بے ہنگم آبادی پر بھی کنٹرول کرنا ہوگا۔ یاد رہے کہ موجودہ وقت میں پاکستان میں ہر سال تیس لاکھ نفوس کا اضافہ ہو رہا ہے۔ آبادی میں اضافے کی یہ شرح ہمارے ملک و ملّت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ اس اہم مسئلے پر اگر ہم

---

(۵) ملاحظہ ہو: طٰہٰ حسین: عثمان، قاہرہ ۱۹۵۱ء، ص ۱۷۔

نیز دیکھیے: المعارف، جولائی-ستمبر ۱۹۹۹ء، Detachment from the World and Commitment to Social Justice, pp.1-14

آج بہ وجوہ کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتے، تو ہم اپنی تاریخی روایات سے تو روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہماری روایات میں آیا ہے کہ مصر کے پہلے عرب گورنر جناب عمرو بن العاص نے نمازِ جمعہ میں تقریر کرتے ہوئے لوگوں سے اپیل کی تھی: ''تم چار چیزوں سے بچو! کثرتِ اولاد (کثرۃ العیال)؛ پست معیارِ زندگی (انخفاض الحال)؛ فضول خرچی (ضیاع المال) اور بیہودہ گفتگو (کثرۃ القیل و القال) سے۔''(٦)

اس تقریر سے اندازہ لگائیے کہ ہمارے اسلاف جن پر آج ہماری تاریخ بجا طور پر فخر کر رہی ہے کس حد تک اپنی عملی زندگی میں حقیقت پسند اور بالغ نظر واقع ہوئے تھے۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے قرآنِ مجید اور اسوۂ رسول ﷺ سے روشنی لے کر تاریخ میں ایک تخلیقی کردار ادا کیا تھا۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن مرحوم کا کہنا تھا کہ غزالی نے وحیٔ آسمانی کی لفظی اور جامد تعبیر سے خبردار کیا تھا موجودہ وقت میں پڑھایا جانے والا ''درسِ نظامی'' طالب علموں میں کوئی تخلیقی سوچ پیدا نہیں کرتا۔ یہ عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ صدیوں پہلے مصر کے ایک نامور فوجی کمانڈر (عمر بن العاص) نے جو کچھ کہا تھا آج اس کی تصدیق عہدِ حاضر کے ایک مغربی مفکر وِل ڈیورنٹ (Will Durant) نے کر دی ہے۔ ڈیورنٹ کہتا ہے: ''یہ بھیڑ نہیں، بلکہ ذہن اور ہنرمندی ہے جو میدان جیتتے ہیں۔''(٧) چنانچہ اگر ہم ایک باوقار قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں، جس کی خدا اور تاریخ سے Commitment ہے، تو پھر ہمیں زندگی کے حقائق کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔

جب تک نہ ہو زندگی کے حقائق پہ نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

رشید احمد (جالندھری)

---

(٦) ملاحظہ ہو: النجوم الزاھرہ فی ملوک القاہرہ، از تغری، ١/ ٧٣

(7) "Quantity never won a battle, it is brains and tools that win.", (The Pleasure of Philosophy, p155)